

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



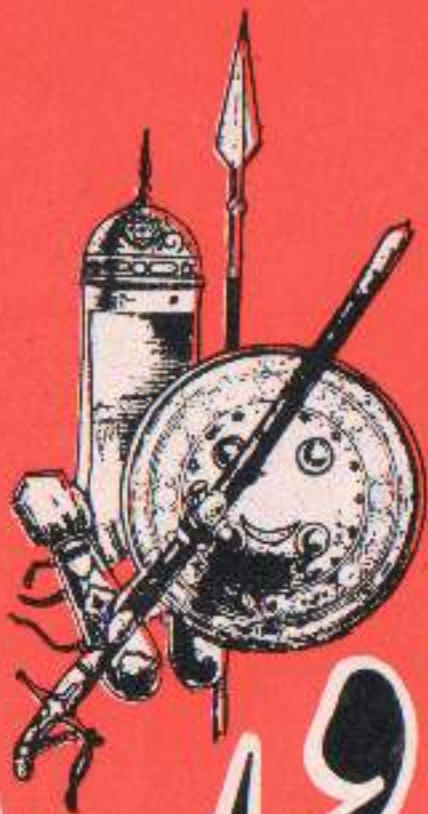
THE HAQ CHAR YAAR WEBSITE
IS DEDICATED IN THE NAME OF
THE COMPANIONS [R.A]
OF

PROPHET [PEACE BE UPON HIM].

WE ARE REVEALING THE TRUTH AND
FACTS ABOUT THE ANTI SAHABAH [R.A]
PROPAGANDA OF
THE NON MUSLIM ORGANIZATIONS.

WWW.KR-HCY.COM

عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ خَالِدٍ



لَا مِثْلَهُ فِي تَارِيخِ كَـ

أُولُو الْعِزِّ شَيْخِ شِيرَازِ أَوْ

عَبْقَرِي صِفَتِ جَرِيْلِ

سَيِّدِنَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ

حَضْرَةُ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

دُنْيَا نَفْسُ كُفْرَتِ ۱۲۵ لُزَايَا لُرْنِ أَوْ رَايِكُ مَبْحِي لُرَانِي
شَكُوتِ نَهْ كَهَانِ زُو الْعَظِيمِ الْمَرْتَبَتِ مُجَاهِدِ، جَنْجُو، بَهَادِرِ أَوْ رَنَامُورِ
سَبْهَ سَالَارِ كَا مُحْتَصِرِ تَعَارُفِ

لَا بُرْحَانَ هَذَا صِيَا لِرَّحْمَنِ فَا رُوْنِي

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
مصنف	ابو ریحان قیاء الرحمن فاروقی
تعداد	1100
اشاعت اول	نومبر 1994ء
قیمت	— / روپے
ناشر	ادارہ اشاعت المعارف - ریلوے روڈ، فیصل آباد - پاکستان
	0411-640024 ☎

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

کا تعارف اور حالات زندگی

نام: ابو سلیمان خالد بن ولید

والد کا نام و نسب: ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یتیم بن مرة۔
 مرة آنحضرت ﷺ کے ساتویں دادا ہیں اس وجہ سے حضرت خالد بن ولید کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

والدہ کا نام و نسب: حضرت خالد بن ولید کی والدہ کا نام لبابہ مغیری بنت الحارث ہے
 آپ حضرت ام المومنین بنت حارث کی ہمیشہ ہیں اس طرح
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد بن ولید کے حقیقی خالو ہیں۔

خاندان: حضرت خالد بن ولید کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں آپ بنی ہاشم کے بھائیوں
 میں ہشام اور ولید مسلمان ہوئے۔ بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت
 صفوان بن امیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری کی حارث بن ہشام کے ساتھ۔

حضرت خالد بن ولید کے والد ولید مکہ کے رؤساء میں شمار ہوتے تھا مکہ مکرمہ سے لیکر
 طائف تک ان کے باغات تھے آپ کا تعلق مخزوم قبیلہ سے تھا جو قریش کے قبیلہ بنو ہاشم
 کے بعد مرتبہ میں دوسرے نمبر پر تھا آپ کے والد کی ثروت کا یہ حال تھا کہ ایک سال بنو

ہاشم مل کر غلاف کعبہ چڑھاتے اور ایک سال ولید تناغلاف چڑھاتے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی پیدائش: حضرت خالد بن ولیدؓ کی پیدائش کی صحیح تاریخ کسی کتاب میں مذکور نہیں تاہم مختلف حوالوں سے صرف اس قدر معلوم ہے کہ ظہور السلام کے وقت آپ کی عمر ۷۱ سال تھی۔

بچپن اور تربیت: عرب کے رواج کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ کی پرورش بھی مکہ سے باہر دیہاتی ماحول میں ہوئی آپ نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شمشیر آرائی، جنگجویانہ سرگرمیاں آخر وقت تک سامنے ہوتی تھیں۔ نیز بازی، شہسواری، شمشیر زنی، جنگی داؤ تچ سے ہر وقت پالا پڑتا تھا آپ بچپن ہی سے نڈر اور صاحب تدبیر اور زیرک انسان تھے۔

شاب: حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شہسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی اور جنگی داؤ تچ کے سوا دوسرے ذکر ازکار بہت کم تھے۔ مشہور روایتوں کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔ جوان ہو کر آپؓ کی شجاعت کارنگ نکھرا اور آپؓ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔

مندرجہ ذیل واقعے سے بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کی جسمانی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جسے ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ:

”بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے کشتی لڑی اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کی ہڈی کی ہڈی توڑ ڈالی جو کافی عرصہ علاج کے بعد ٹھیک ہوئی۔“

حلیہ: آپؓ کے چہرے پر چچک کے نشان تھے۔ جسم مضبوط اور گٹھا ہوا اور سینہ بہت کشادہ تھا۔ (از کتاب خالد بن ولید سید امیر احمد)

قبول اسلام سے پہلے:

حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اپنے والد کی طرح اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کارروائی میں وہ آگے آگے ہوتے تھے۔ جنگ بدر اور احد میں آپ کی صلاحیتیں اسلام کے خلاف صرف ہوئیں احد میں آخری مرحلے میں مسلمانوں کو جس شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کی بڑی جگہ خالد بن ولیدؓ تھے جنہوں نے احد کے عقبی درے سے مسلمانوں پر پے در پے وار کئے تھے مشرکین کے ایک دستے کی قیادت کرتے ہوئے خالد بن ولیدؓ نے ایسے زور دار انداز سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکٹڑ گئے حالانکہ اس سے چند لمحے پہلے اسی جنگ میں مکہ کے بڑے بڑے بہادر الٹے پاؤں بھاگ چکے تھے لیکن خالد بن ولیدؓ نے موقع پاتے ہی مسلمانوں پر اس شجاعت سے حملہ کیا کہ ہر طرف افراتفری پھیل گئی جنگ احد کے بعد خالد بن ولیدؓ کی مسلمانوں سے دشمنی کا شہرہ دور دور تک ہو گیا عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عاصؓ آپ کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔

قبول اسلام:

حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام بھی غیر معمولی سے کم نہیں، مورخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے دل میں اسلام کی روشنی چمکنے لگی۔ صلح حدیبیہ اسلام کا ایک تاریخی واقعہ ہے جس کے ذریعے عرب کے بڑے بڑے سورا اسلام کے قل عافیت میں جگہ پا گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے دل میں بھی غیر محسوس طور پر اسلام سے محبت پرورش پاری تھی۔ وہ دل و جان سے یہ بات محسوس کرتے تھے کہ کسی نہ کسی وقت سارے عرب پر اسلام کا پرچم بلند ہونے والا ہے۔ اس خیال سے انہوں نے قریب سے آنحضرت ﷺ کی نقل و حرکت، انداز گفتگو، طرز عمل، کردار اور اسوۂ حسنہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے بہت جلد محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب بہت ہی پاکیزہ زندگی گزارنے والے لوگ ہیں۔ ان کی سچائی، بے نفسی، سادگی، حسن سلوک، رعب و جلال، اور فکر و نظر کی جاذبیت دیکھ کر حد درجہ متاثر ہوئے۔ ادھر آنحضرت ﷺ بھی آپ کی صلاحیتوں سے بے خبر نہ تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر ہوئی کہ خالد بن ولیدؓ کا دل اسلام کی روشنی سے آراستہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے خالد بن ولیدؓ کے بھائی ولیدؓ سے جو اس سے پہلے آغوش اسلام میں آچکے تھے۔

”خالد بن ولیدؓ پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر وہ اسلام کیوں نہیں لاتا“

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ولیدؓ نے بھائی کے نام درج ذیل خط لکھا۔
 ”بھائی! معلوم آج آنحضرت ﷺ کو تم خود بخود کیوں یاد آگئے، فرماتے تھے خالد بن ولیدؓ پر اسلام کی حقانیت ظاہر ہو چکی ہے۔ وہ اسلام کیوں نہیں لاتا، بھائی تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ جلد اگر دولت اسلام حاصل کر لو، اور اس میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ کرو۔“

(از کتاب خالد بن ولیدؓ از سید امیر احمد صفحہ ۱۸)

حضرت فرماتے ہیں کہ ولید کا خط دیکھتے ہی میری یہ حالت ہو گئی کہ بے اختیار میری زبان سے کلمہ توحید جاری ہو گیا۔ اور جی چاہا کہ پر لگا کر محمد ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں اور اپنا تن من سب آپ ﷺ پر نثار کر دوں۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ ایمان لانے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

میں نے مدینہ پہنچتے ہی سفر کے کپڑے اتار کر عمدہ پوشاک زیب تن کیا اور حضور اقدس کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا اسی جگہ میرے پاس میرے بھائی ولید آگئے۔ انہوں نے کہا کئی روز سے مدینہ منورہ کے لوگ آپ کا انتظار کر رہے تھے آنحضرت ﷺ فرما چکے ہیں بہت جلد مکہ کے کئی بہادر ہماری طرف آجائیں گے۔ اس سے لوگوں میں آپ کا بہت اشتیاق ہے آنحضرت ﷺ سخت انتظار میں ہیں جلدی کرو، اس فقرے نے میرے تن بدن میں بجلی پیدا کر دی۔ بس پھر کیا تھا میں جو نئی تاجدار رسالت ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا میری حالت فرط عقیدت سے غیر ہو گئی میں دیدار رسول کی خوشی میں دیوانہ ہو گیا اور پروانہ وار حضور کے قدموں میں

جاگرا۔

جس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ نے حکم توحید پڑھا آپؐ نے مسکرا کر درج ذیل الفاظ فرمائے۔

الحمد لله الذي هداك الى الاسلام تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جس نے آپ کو اسلام کی طرف راغب کر دیا۔

خالد بن ولیدؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے کیونکہ میں نے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی آپؐ نے فرمایا آپ کا اسلام لانا ہی تمام غلطیوں کی معافی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی اسلامی خدمات

حضرت خالد بن ولیدؓ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہو گئی۔ آپؐ کے ساتھ عکرمہ بن ابو جہلؓ اور عمرو بن عاصؓ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ کے احوال حکومت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہر منیر کی مانند چمک رہی ہے۔

مؤرخین کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ نے چھوٹی بڑی ۱۲۵ لڑائیاں لڑیں اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔ عرب میں مشہور تھا جس جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ ہوں گے اس میں فتح غالب ہے آپ کثرت و قلت کے اعداد و شمار سے بے نیاز تھے۔ نیپولن، سکندر، ہٹلر اور دنیا کے بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ جنگ موتہ سے لیکر ایران کی سب سے بڑی لڑائی تک کونسا موقع ہے جہاں اس الٰہ اعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا۔

اسلام میں آنے کے بعد ذیل میں ہم **حضرت خالد بن ولیدؓ میدان جنگ میں:** حضرت خالد بن ولیدؓ کی پہلی جنگ میں شرکت کا واقعہ سید امیر احمد کی زبان سے نقل کرتے ہیں اس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اسلامی جرنیل کی وہ کوئی خصوصیات تھیں جن کے باعث انہیں آنحضرت ﷺ نے سیف اللہ لقب عطا فرمایا تھا۔

غزوہ موتہ (جمادی الاول ۸ھ)

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام لانے کے بعد شریک ہوئے اور یہ غزوہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

شرجیل والے بصری کے پاس حضرت حارثؓ بن عمیر کو خط دے کر روانہ کیا گیا تھا دنیا بھر میں قاصد کی عزت اور جان کی حفاظت فرض سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اپنی طاقت کے زعم میں شرجیل نے حضرت حارثؓ کو نہایت بے دردی سے شہید کرادیا۔

جب رسول کریم ﷺ کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر ملی۔ تو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ تو آپ ﷺ یہودیوں کی مخالفت دبانے میں مصروف رہے لیکن جونہی اس طرف سے اطمینان حاصل ہوا، حضور ﷺ نے تیس ہزار مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت حارثؓ بن عمیر کا قصاص لینے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر کی امارت حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سپرد ہوئی۔ روانگی سے قبل آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب لشکر کے امیر ہوں اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں اور ان کے بعد مشورے سے سردار مقرر کیا جائے۔ حضرت رسول کریم ﷺ شینہ الوداع تک لشکر کے ہمراہ گئے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

موتہ سرزمین شام کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جب یہ لشکر موتہ پہنچا تو شرجیل نے لشکر اسلام کا احوال معلوم کرنے کے لئے اپنے بھائی سدوس کو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ مشرکین کا یہ گروہ مسلمانوں کی بے خبری میں پہنچا اور جنگ شروع ہو گئی چنانچہ سدوس مارا گیا۔ شرجیل اپنے بھائی سدوس کے قتل کی خبر سن کر خوف زدہ ہو گیا اور قلعہ میں پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے ایک اور بھائی کو قیصر روم کے پاس، جو یافغار میں تھا مدد لانے کے لئے بھیجا، چنانچہ ہر قہر نے اس کے ہمراہ ایک لاکھ فوج بھیج دی۔ بعض مورخین نے کہا ہے کہ اس فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ جب اس لشکر کی خبر مسلمانوں کو

ہوئی تو انہیں تشویش ہوئی بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو صورت حالات سے مطلع کیا جائے حضور ﷺ چاہے ہمیں واپسی کا حکم دیں یا ملک روانہ فرمائیں۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا۔

”اے لوگو! جس چیز یعنی شہادت سے تم ڈرتے ہو، اسی کے لئے تو اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئے ہو، مسلمانوں کو کبھی لشکر کی کثرت نے فتح نہیں کیا۔ بدر کی لڑائی میں ہم بہت کم تھے اور دشمن بہت زیادہ۔ ہمارے پاس بے سرو سامانی کی وجہ سے صرف دو گھوڑے تھے۔ لیکن پھر بھی خدائے عزوجل نے کفار جو ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ تھے ہمیں کو فتح عطا فرمائی۔ اس وقت ہماری مہم کی تکمیل صرف دو صورتوں میں ہو سکتی ہے یا تو ہمیں فتح حاصل ہوگی اور ہمارا عازیان اسلام میں شمار ہوگا یا شہادت نصیب ہوگی۔ تو اس صورت میں ہم جنت میں اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے اور ہر صورت میں ہم خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کریں گے جو ہماری زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے۔“

صحابہؓ نے حضرت عبداللہؓ کی تائید کی، چنانچہ مومنین اور مشرکین کی صفیں مقابلے کے لئے آراستہ ہو گئیں حضرت زیدؓ مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہو گئے آپ کی شہادت کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلامی علم سنبھالا اور کفار سے لڑنے لگے آپ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تو آپ پیادہ پا لڑنے لگے اچانک ایک کافر کی شمشیر سے آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ آپ نے علم اسلام کو یا کس ہاتھ میں لے لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو اپنے دونوں پیروں کے درمیان علم کو سنبھالا اور کہنے ہوئے بازوؤں کے سہارے اونچا رکھنے کی کوشش کی۔ اسی اثناء میں ایک کافر نے آپ کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے آپ کی شہادت پر عبداللہؓ بن رواحہ نے جھپٹ کر علم اسلامی کو اٹھالیا اور کفار سے مقابلہ کرنے لگے۔ لیکن بہت سے کافروں کو جہنم پہنچا کر آپ بھی شہید ہو گئے۔

لڑائی کا عنوان ابتداء ہی سے کچھ بگڑا ہوا تھا ان سرداروں کے شہید ہونے سے کفار کی ہمت اور بڑھ گئی۔ جب عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے تو علم اسلام کو گرتا دیکھ کر کفار

اس کی طرف دوڑے لیکن ثابتؒ بن اقرمؒ نے علم کو فوراً اٹھالیا اور لشکر اسلام سے جو اس وقت ہر اسل اور مرعوب تھا مخاطب ہو کر بولے۔

”یا معاشر المسلمین اصطلحوا علی رجل منکم (یعنی اے گروہ مسلمین؟ تو لوگ کسی ایک شخص کو اپنا امیر بنانے پر متفق ہو جاؤ۔ میں نے اسلام کے علم کو سنبھالنے میں مبارزت کر کے ایک نیک کام کیا ہے کسی کا حق غصب نہیں کیا“

لشکر اسلام نے جواب میں کہا ”رضینابک (یعنی ہم تمہاری امارت سے رضی ہیں) ثابت بن اقرمؒ نے جواب دیا ”ماانا بفاعل فاصطلحوا علی خالد بن ولید“ (یعنی میں اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ تم لوگ خالد بن ولید کی امارت پر متفق ہو جاؤ۔)

چنانچہ مسلمان اس رائے پر متفق ہو گئے اور حضرت خالد بن ولیدؒ کو امیر لشکر بنالیا حضرت خالد بن ولیدؒ نے بڑھ کر حضرت ثابتؒ بن اقرمؒ سے سے علم لے لیا۔ علم اسلامی کو لیتے وقت آپ نے حضرت ثابتؒ بن اقرمؒ سے کہا ”تم مجھ سے عمر بھی بڑے ہو اور مرتبے میں کیونکہ تم اصحاب بدر میں سے ہو“ لیکن حضرت ثابتؒ بن اقرمؒ نے فرمایا ”یہ سب کچھ سہی مگر فنون جنگ میں مہارت شجاعت اور مردانگی تمہارا ہی حصہ ہے۔ فی الواقع میں نے تمہیں ہی دینے کے لئے علم اٹھایا تھا“

حضرت خالد بن ولیدؒ بن ولید امیر لشکر ہوئے تو مسلمان خوف زدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؒ کے اشارے سے قتیبہ بن عامرؒ نے پکار کر کہا۔ ”مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں آخر تم موت سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو؟ وہ تو تمہیں ہر جگہ آپکڑے گی۔ پھر کیوں نہ میدان جہاد میں مردوں کی طرح جان دے دیں۔ ذرا غور تو کرو۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونا اچھا ہے یا بزدلوں اور نامردوں کی طرح بھاگتے ہوئے پشتوں پر دشمن کے تیر کھا کر نامرادی اور ذلت کی موت مرنا۔

یاد رکھو! جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں 'دنیا کے کسی حصے میں انہیں ذلت، خوف اور نامرادی سے نجات نہیں ملتی۔ ایک مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے سینے پر زخم کھائے اور سرخرو ہو کر اپنے معبود کے دربار میں پہنچ جائے۔

کیا تم اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ اگر یونہی بھاگتے رہے تو کافر تم میں سے ایک کو بھی گھر تک نہ پہنچے دیں گے اور تم سب بزدلوں کی موت مارے جاؤ گے۔

یہ سن کر مسلمان سنبھلے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حیرت انگیز پھرتی اور ہوش مندی کے ساتھ انہیں منظم کر کے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا۔ لڑائی اتنے پورے زور پر تھی کہ شام ہو گئی اور دونوں لشکروں نے اپنے اپنے پڑاؤ کا رخ کیا۔

صبح ہوئی تو میسرہ کو مہینہ کی جگہ استادہ کیا اس صورت سے لشکر کی ایسی کایپلٹ ہو گئی کہ دیکھنے والا یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ وہی لشکر ہے جو کل لڑ رہا تھا مشرکین نے جب لشکر کو اس ترتیب سے دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے اور یہ سمجھے کہ رات ہی رات میں مسلمانوں کو کمک مل گئی ہے اس خیال نے ان پر ایسا ہراس طاری کیا کہ مقابلے کی تاب نہ لاسکے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو مظفر منصور کیا اور دشمنان اسلام کو شکست ہوئی۔ جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے جس بہادری اور تدبیر کا مظاہرہ کیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کہاں تین ہزار مسلمان اور کہاں ایک لاکھ کفار لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کے حسن تدبیر نے اقلیت کو اکثریت پر غالب کر دیا اور کافر خوف زدہ ہو کر میدان سے بھاگ گئے۔

جنگ موتہ میں دوسرے دن حضرت خالد بن ولیدؓ کا لشکر اسلام کی ترتیب کو بدل دینا ایک بہت بڑی جنگی تدبیر تھی جو خاطر خواہ طریقے پر کامیاب ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے ان دشمنان اسلام کی آنکھیں کھول دیں جو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مٹھی بھر موحد صحابہؓ کو ختم کر دینا چاہتے تھے معتبر روایتوں کے مطابق جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ سے نو ہزار یمنیوں کو ہلاک کیا گیا۔

جنگ موتہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے مدینہ کا رخ کیا اور راستے میں ان قلعہ والوں کا محاصرہ کیا جنہوں نے جاتے وقت پریشان کیا تھا اس قلعہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

سیف اللہ کا خطاب:

جنگ موتہ میں لشکر اسلام کے امراء کے علاوہ دس اور جلیل القدر صحابی بھی شہید ہوئے معتبر ذرائع سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ موتہ کے تمام حالات سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کر دیا تھا اور حضور ﷺ اپنے اصحاب کو لڑائی کے حالات سے آگاہ فرما رہے تھے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا

اخذ الرايت زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها ابن رواحه فاصيب

زيدؓ نے علم اٹھایا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفرؓ نے علم سنبھالا وہ شہید ہو گئے اور ان کے بعد ابن رواحہؓ نے علم اسلامی کو لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان الفاظ کو ادا کرتے وقت حضرت رسول اکرم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن رواحہؓ کے بعد خالد بن ولیدؓ نے جو خدا کی تلوار ہے علم سنبھالا ہے اور فتح پائی ہے پھر فرمایا "یا اہل! خالد بن ولیدؓ تیری تلوار ہے تو ہمیشہ اس کو فتح مند رکھو!"

اسی دن سے حضرت خالد بن ولیدؓ کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

سید کوئینؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے حق میں جو دعا فرمائی اسے بخدائے کلام ربانی وما ينطق عن الهدي ان هو الا وحى يوحى (یعنی ہمارے حبیب اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں کرتے۔ بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو بذریعہ وحی ہم ان کی طرف القا کرتے ہیں) شرف قبولیت تو حاصل ہونا ہی تھا۔ لیکن اس دعا کی برکت سے خالد بن ولیدؓ کا دل و دماغ جنگی قابلیتوں کا مخزن بن گیا۔ ان کی رگ و پے میں شجاعت کے سمندر موجزن ہو گئے ان کا عضو عضو بے پایاں استقلال سے سرشار ہو گیا۔ اور راہ خدا میں نثار ہونے کے لئے ان کے جذبات شوق ہر وقت متلاطم رہنے لگے۔

فتح انطاکیہ

حلب کو فتح کرنے کے بعد لشکر اسلام نے انطاکیہ کا رخ کیا۔ ان دنوں شاہ ہرقل بھی انطاکیہ میں تھا اور مسلمانوں کی فتوحات اور رومن ایسپائز کا انجام دیکھ رہا تھا رومی ہرمیدان میں مسلمانوں سے شکست کھا رہے تھے اور ہرقل کا اقتدار بڑی تیزی سے ختم ہو رہا تھا جب اسے بیت المقدس اور حلب کی فتح کا حال معلوم ہوا تو اس کی پریشانی حد سے بڑھ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے بس کی بات نہیں۔ اسکے پاس دولت فوج اور ساز و سامان کی کمی نہ تھی لیکن مسلمانوں کے سامنے اس کی پیش نہ جاتی تھی۔ نہ دولت کا لالچ مسلمانوں کو دنگا سکا اور نہ اس کی آہن پوش فوجیں مجاہدوں کو مرعوب کر سکیں۔ ایک آندھی تھی کہ پھیلتی جا رہی تھی ایک طوفان تھا کہ ہر رگڑ کو بہاتا ہوا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

شاہ ہرقل مسلمانوں کے ہاتھوں کئی چر کے کھا چکا تھا لیکن بیت المقدس اور حلب کی فتح ایک ایسی چوٹ تھی کہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو گیا اور اس نے اپنے مشیروں کو بلا کر اپنے آپ کو بہلانے کی ایک آخری کوشش کی۔ اس کے مشیروں میں جبہ بن اہم غسانی بھی شامل تھا جو جنگ یرموک سے جان بچا کر بھاگ آیا تھا۔

شاہ ہرقل نے اپنے مشیروں سے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ اب مسلمان سارے ملک شام پر قابض ہو جائیں گے انطاکیہ شام کا آخری شہر ہے اور آج کل میں وہ یہاں بھی آیا چاہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا تو سمجھ لو شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد ارض شام میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ مجھے تعجب ہے کہ اتنی طاقت اور وسائل کے باوجود ہم ایک جگہ بھی انہیں شکست نہیں دے سکے۔ میرے بڑے بڑے سالار ان کے سامنے بے بس ہو گئے اور لاکھوں سپاہی گاجر مولیٰ کی طرح کٹ گئے افسوس کہ ایک ایسی قوم جو ہمیشہ ہماری مطیع اور تابع فرمان رہی۔ جس نے ہمیشہ ہم سے خوف کھایا اور ہمارے رحم و کرم اور سخاوت کی بدولت زندہ رہی۔ وہ ہم پر غالب آگئی اور ہم ایسے بے بس ہو گئے جیسے کوئی قدرت ہی نہیں رکھتے۔

ہرقل کی یہ باتیں سن کر جبہ بن اہم نے کہا۔ اے بادشاہ میرے خیال میں مسلمانوں

کو مغلوب اور منتشر کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ کس طرح ان کے خلیفہ کو قتل کر دیا جائے۔ ان کا خلیفہ ہی ان کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے۔

ہر قتل نے کہا۔ "لیکن جب تک خلیفہ قتل ہو گا وہ ہمارا اقتدار ختم کر چکے ہوں گے اور پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا سکیں"

جبل بن اسم نے کہا۔ "اس وقت تک ہم جم کر ان کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ منتشر ہو کر چھوٹی چھوٹی جنگوں میں انہیں الجھائے رکھیں گے۔

ہر قتل کو جبل بن اسم کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسی وقت ایک شخص واثق نامی کو مدینہ روانہ کیا گیا تاکہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دے۔

جب واثق مدینہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے نیچے سویا کرتے تھے چنانچہ دوسرے دن وہ اس درخت پر چڑھ کر چھپ گیا حضرت عمرؓ آئے اور چٹائی بچھا کر سو گئے۔ جب واثق نے نیچے اتر کر وار کرنے کا قصد کیا تو حضرت عمرؓ کی ہیبت سے ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہے اور حضرت عمرؓ خود بخود بیدار ہو گئے۔

یہ واقعہ دیکھ کر واثق کے دل پر بہت اثر ہوا اور اس نے سوچا کہ ایسے شخص کو کون مار سکتا ہے جس کی حفاظت قدرت خود کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرؓ سے اپنے آنے کا سارا حال کہہ سنایا اور اس کے بعد کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

واثق مدینہ روانہ کرنے کے بعد ہر قتل نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کے انتظار میں ڈیرے ڈال دیئے تھوڑے عرصے میں مسلمانوں کا لشکر بھی انطاکیہ پہنچ گیا ہر قتل کو ان کی آمد کا اس وقت علم ہوا جب وہ اپنی پل پر قبضہ کر چکے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو مشورہ دیا کہ ہمیں یہیں کیمپ لگا دینا چاہئے اور سامنے جو کھلی جگہ ہے اسے لڑائی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا یہ مشورہ پسند آیا اور لشکر اسلام وہیں رک گیا۔

دوسرے دن دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ رومیوں کا ایک پہلوان بطور س نامی میدان جنگ میں نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے وامس ابوالہول میدان میں گئے کچھ دیر جنگ ہوتی رہی۔ لیکن وامس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑے۔ رومی پہلوان نے

بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا اور اپنے کیمپ میں چھوڑ آنے کے بعد پھر آکر لٹکارنے لگا۔

اب مسلمانوں کی طرف سے ضحاکؓ آگے بڑھے۔ ضحاکؓ حضرت خالد بن ولیدؓ سے مشابہت رکھتے تھے اس لئے رومی سپاہی اپنے بہادر کو خوب داد دے رہے تھے اسی ہلچل میں بطورس کا خیمہ رسی ٹوٹ جانے سے گر پڑا اسی خیمے میں دو سپاہیوں ابو الہول کے گرد پہرہ دے رہے تھے انہوں نے گھبراہٹ میں ابو الہول کو رہا کر دیا۔ ابو الہول نے رہا ہوتے ہی دونوں سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے خیمہ میں سے بطورس کی وردی پہنی۔ تلوار نکالی اور گھوڑے پر سوار ہو کر رومیوں میں چلے گئے۔ یہاں انہوں نے جلد بن اہم کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی شان سے شہل رہا تھا۔ انہوں نے بڑھ کر جلد پر تلوار کا وار کیا اور گھوڑا دوڑاتے اپنے لشکر میں آئے۔ ادھر ضحاکؓ اور بطورس تھک کر اپنے اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ اپنے بہادر کے آنے پر بہت خوش ہوئے اور اسے فتح کی علامت سمجھا ادھر رومیوں میں اس واقعے سے بہت بدلی پھیل گئی جلد بن اہم کا بھتیجا مارا جا چکا تھا اور ہر قل کو بھی اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک غلام بائس کو جس کی شکل و شبہت اس سے ملتی تھی اپنا تاج پہنا دیا اور خود چپکے سے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن لشکر اسلام نے صفیں درست کرتے ہی حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ وہ جس طرف جاتے دشمن کی صفیں صاف کر دیتے اس دن مسلمانوں نے اس قدر تیغ زنی کی کہ دشمن کے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں بائس بھی تھا جسے بادشاہ سمجھ کر گرفتار کر لیا گیا تھا جلد بن اہم قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اور باقی لشکر تتر بتر ہو گیا انطاکیہ کی فتح سے کل ملک شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

سرحدی علاقے کی تسخیر:

فتح انطاکیہ کے بعد سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لیکن اس کی حفاظت کے لئے نواحی علاقے کو فتح کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے میسرہ بن مسروق کو شہل

کے پہاڑی اضلاع کی طرف اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو دریائے فرات کی جانب مختصر سی جمیعت کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو دریائے فرات تک کا علاقہ فتح کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ہر طرف ان کے نام کی شہرت اور دبدبہ تھا جو نہی دشمن کو ان کی خبر ہوتی، وہ وہ وحشت کے مارے بغیر مقابلہ کئے ہتھیار ڈال دیتا۔ چنانچہ یہ علاقہ فتح کرنے کے بعد وہ حضرت ابو عبیدہؓ سے آئے۔

جنگ مرج القباکل

حضرت میسرہ بن مسروق کی قیادت میں جو لشکر روانہ ہوا تھا۔ وہ پہاڑی راستوں میں سے گزرتا ہوا پانچویں دن مرج القباکل کی وادی میں پہنچ گیا۔ یہاں آکر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا رومی لشکر کچھ فاصلے پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے سردار لشکر نے یہ سوچا کہ اگر ہم نے کھلے میدان میں جا کر دشمن کا مقابلہ کیا تو ہمارے مٹھی بھر سپاہی کچھ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے وہ وہیں رک گئے جب رومیوں کو مسلمانوں کے قیام کا پتہ چلا تو وہ بڑھ کر مسلمانوں کے مقابلے کو آئے۔

دوسرے دن جانبین نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی۔ رومیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنی قوت ایمانی پر کئی روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ مجاہدین اسلام کی یہ مختصر سی جماعت مضبوط اور توانا سرحدی قبائل سے برسہا برس پرستار رہی۔ کفار کثیر تعداد میں اور مسلمان روز بروز شہید ہو کر کم ہو رہے تھے۔

کفار یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اسی طرح کم ہوتے ہوتے کوئی دن میں مسلمان مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن مجاہدین کی یہ قلیل سی جماعت کس طرح پیچھے نہ ہنتی تھی۔

مسلمانوں نے ایک قاصد حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ انہیں صورت حال سے مطلع کرے۔ چنانچہ جب قاصد نے انہیں تمام حال سنایا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ کفار کی کثرت اور تنگ و تاریک گھاٹیوں میں مسلمانوں کی بے کسی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور انہوں نے اپنے جرنیلوں کو مشورے کے لئے طلب کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ ”آپ مسلمانوں کی حالت سے ہرگز پریشان نہ ہوں میں ابھی فرات کی مہم سر کر کے آرہا ہوں جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے میرا خون کھول رہا ہے وہ مجاہدین جو دین اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا ہوئے ہیں آج خون میں نہا رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے ہیں اور آخری دم تک لڑنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کاش! میرے گھوڑے کو پر لگ جائیں اور میں ابھی وہاں پہنچ جاؤں“

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً تین ہزار جوانوں کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سوار بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سرحدی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمان اب تک بڑے حوصلے سے لڑ رہے تھے۔ ایک روز رومیوں کے ایک بہت بڑے پہلوان نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان میرے مقابلے کو نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عبداللہؓ آگے بڑھے۔ رومی پہلوان حضرت عبداللہ کو گھوڑے سے کھینچ کر اپنے لشکر میں لے گیا۔ اس پر مسلمانوں کے سردار میسرہ بن مسروق میدان میں نکلے اور حضرت عبداللہؓ کا بدلہ لینے کے لئے بڑی شدت سے حملہ کرنے لگے۔ اتنے میں انہیں دور سے گردوغبار اڑتا دکھائی دیا۔ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جسے سن کر رومی پہلوان فوراً بھاگ کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پہنچنے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اس روز فریقین نے مزید جنگ نہ کی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ رات بھر حضرت خالد بن ولیدؓ جنگ کی تیاری کرتے رہے۔ اور دوسرے روز لشکر اسلام نہایت مستعدی سے میدان میں نکلا۔ رومی حضرت خالد بن ولیدؓ کی آمد کی خبر سن کر ڈر گئے اور صلح کا پیغام بھیجا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جواب دیا ”ہماری طرف سے یہ شرطیں ہیں یا تو اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دے کر ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ ورنہ یہ تلوار جو کئی روز سے تمہارے خون کی پیاسی ہے فیصلہ کرے گی“

رومیوں نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے انہیں سوچنے کے لئے ایک دن اور دے دیا۔ دوسرے روز جب لشکر اسلام میدان میں نکلا تو رومیوں کی طرف

بالکل سکوت تھا وہ راتوں رات سب سامان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں نے سامان جنگ اکٹھا کیا اور واپس لشکر اسلام میں آئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی دہشت ہی اس قدر تھی کہ دشمنان اسلام پر ان کا نام سننے ہی لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت عبداللہؓ کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے ہر قل والی روم کو لکھا جس نے بہت سے تحائف کے ساتھ حضرت عبداللہؓ کو واپس بھیج دیا۔

اس فتح کے بعد ان تمام اطراف میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی وفات

دنیا میں بڑے بڑے فاتحین پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑے بڑے ملکوں پر حکومت کی ہے ان فاتحین میں نپولین اسکندر اور تیمور کے نام بہت مشہور ہیں لیکن جو شہرت اور نیک نامی حضرت عمرؓ کو حاصل ہے وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ نے جو علاقہ فتح کیا وہاں انہوں نے اس حسن تدبیر سے کام لیا کہ ہمارے ملک کی ایک ہی حالت کر دی۔

جب ملک شام فتح ہو گیا تو انہوں نے مسلمانوں کو مزید فتوحات کی اجازت نہ دی اس قدر ملک فتح ہو چکا تھا اس کے انتظام کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ مفتوحہ علاقے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے گورنر مقرر کئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو قسریں کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ کچھ عرصہ بعد مستعفی ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال حضرت خالد بن ولیدؓ نے مدینہ میں وفات پائی آپ مرض الموت میں فرماتے تھے ”میں نے عرصہ تک مشرکین کے خلاف جہاد کیا اور اور بیسیوں جنگوں میں جام شہادت کی طلب میں جان توڑ کر لڑائی کی۔ آپ اپنے آپ کو بارہا ہزاروں کفار کے زخموں میں ڈال دیا۔ لیکن افسوس شہادت کی آرزو پوری نہ ہوئی میرے جسم پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں لکوار یا نیزے کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس مجھے

موت نے بستر پر آدلو چا۔ میدان جہاد میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔

اسلام کا یہ بہادر سپاہی بھی حسرت لئے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس نیک دلی اور حوصلے سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے امیر المومنینؓ کے احکام کی تعمیل کی اس کی مثل نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار قدرت رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوالے۔ لیکن جس نے اپنے آپ کو راہ خدا میں وقف کر دیا ہو۔ وہ ذاتی شان و شوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے ایک غلام ایک گھوڑے اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اللہ اللہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثے کی یہ کیفیت اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور نہ پر تکلف زندگی۔ بلکہ راہ خدا میں شہادت کی طلب ہی ان کا مقصد حیات تھا۔ ان کی جان اللہ کی راہ میں وقف تھی اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوا۔

جب حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو بے حد غمگین ہوئے اور انہوں نے فرمایا۔

”مسلمانوں کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے حضرت خالد بن ولیدؓ ایسے جرنیل کہ اب شاید ہی کوئی ان کی جگہ لے سکے وہ دشمن کے لئے مصیبت تھے“

جب حضرت خالد بن ولیدؓ کا جنازہ اٹھایا گیا تو آپ کی ہمیشہ فاطمہؓ بنت ولید اپنے بھائی کی مفارقت میں جگر خراش مالد و فغاں کرتی تھیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور بے اختیار ان کے آنسو نکل آئے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی والدہ کو دیکھا کہ بیٹے کے غم میں بڑیوں کا ڈھانچہ رہ گئی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ ”یہ کون بی بی ہیں جو اس قدر مغموم و پریشان ہیں؟“

لوگوں نے عرض کیا کہ ”خالد بن ولیدؓ کی والدہ ہیں“

آپ نے فرمایا ”خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے بطن سے خالد بن ولیدؓ جیسا فرزند پیدا ہوا پھر فرمایا جب تک نعمت موجود ہو اس کی قدر کی جاتی۔ لیکن جب وہ ضائع

ہو جائے تو اس کی قدر و منزلت پہچانی جاتی ہے۔

ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ”مجھے خالد بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سناؤ“

وہ عرب کا بہترین شاعر تھا لیکن اشعار سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا ”تم خالد بن ولید کا حق ادا نہیں کر سکے“

دنیا کا سب سے بڑا جرنیل

آج قومی حیثیت کا دور دورہ ہے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔ تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ ”فاتح اعظم“ ”عظیم الشان سپاہی“ ”دنیا کا سب سے بڑا جرنیل“ وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مورخوں کے عطا کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ایسے لوگوں کو بھی ان معزز خطابات سے نوازا دیا گیا ہے جن کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں ادنیٰ سی پوزیشن نہیں ملنی چاہئے۔

لیکن حضرت خالد بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کے ساتھ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت ادنیٰ درجے کا خطاب ہے اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہئے جس کا دنیا کے کسی فاتح کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلواروں اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا۔ جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کر کے قوموں کی قسمتیں اور دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ لیکن اپنی پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے یہ کارنامے انجام دیئے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست

دی ان کی حربی قوتیں کیا تھیں؟ اور خود ان کے جلو میں کتنی قوموں کے پھریرے تھے؟
 اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے تو دنیا کے فاتحین کو حضرت خالد بن ولید کے
 مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جاسکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر
 طاقت ور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار
 مورخوں نے ظلم و زیادتی کی ان داستانوں کو شجاعت اور شہادت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے
 اوراق کی زینت بنا دیا۔

بخت نصر، جولیس، سکندر، پولین، اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ
 کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور
 ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔

ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد بن ولید کی داستان۔ ایسا رنگ کہاں کہ
 ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو، قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو،
 بے سرو سامانی نے ساز و سامان والوں سے ٹکر لی ہو، پایادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں
 کو نیچا دکھایا ہو۔

دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ ٹکڑے کہاں کہ جنگ یرموک
 میں دشمن کی ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے حضرت خالد بن ولید صرف ساٹھ مجاہد لے
 کر نکلے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل کرتے ہیں کہ دشمن پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرات
 بھی نہیں کرتا۔

جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے اوپر
 تھے۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ جب حضرت زید بن
 حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تین جلیل القدر سالاروں کی شہادت
 کے باعث مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خداوندی قابلیت اور
 بے مثل شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالد بن ولید کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کم
 و بیش سوا سو لڑائیاں لڑیں۔ جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں پاسنگ کے
 برابر ہوتی تھی۔ لیکن کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی۔

وائز لو کی شکست کا حال پڑھ کر ہمیں نیولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق معلوم ہوتے ہیں کہ ناممکن مہمل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہئے۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق میں حضرت ابو بکرؓ کا خط ملتا ہے ابو عبیدہؓ کی امداد کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ۔ وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے حدود شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کی۔ اس دشوار گزار صحرا کی مشکلات سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافعؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کو مشورہ دیتے ہیں کہ عین التمر کی راہ سے تشریف لے جانے کا قصد ترک کر دیجئے۔ کیونکہ اس خوفناک صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے۔ یہ ایسا راستہ ہے کہ پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہو گا۔ سواری اور بار برداری کے جانوروں کا ہلاک ہو جانا یقینی ہے۔

کوئی اور ہوتا تو حضرت رافعؓ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی راہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کسی مشکل سے گھبرانے کی جگہ اس پر قابو پانے کے تجاویز سوچتی ہیں آپ کو حکم دیتے ہیں کہ ”چالیس اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے جائیں اور ہر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے۔“ آپ ہر منزل پر دس اونٹ ذبح کراتے ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے جانوروں کو پلاتے ہوئے موت کی اس وادی کو نہایت کامیابی کے ساتھ عبور کر لیتے ہیں۔ یہ عزم اور تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے عرب کے وسیع ریگستانوں میں پیاس کے سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بھکری ہوئی دیکھی ہیں جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑے بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم بڑھانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان کے ہمراہی صحرائے عرب کے غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے خود انہوں نے بھی کسی فوجی کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ پھر مقابلہ کس کے ساتھ تھا قیصر روم

اور شہنشاہ ایران کے آہن پوش منظم لشکروں کے ساتھ۔ جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل تھا۔ وسیع اور دولت مند سلطنتیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کمک بھیجتی رہتی تھیں۔ اور مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو نیام ندارد، نیزہ ہے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔

اپنے وطن سے منزلیں دور، پرانے ملک میں آکر ایسے بے سرو سامان لشکر کاررومیوں اور ایرانیوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا معجزے سے کم نہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے عراق اور شام میں جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان تمام میں کوئی ایک جنگ بھی ایسی نہیں جس میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کی فوج کے نصف کے برابر ہو۔ لیکن ہر معرکے میں مظفر و منصور رہے ہر لڑائی میں دشمن کو نچا دکھایا۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی قوم کے لئے ہیرو اور دنیا میں کسی بھی جرنیل کی زندگی میں نہیں ملتی۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالد بن ولیدؓ بن ولید ہی ایک ایسے جرنیل ہیں جنہوں نے سامان حرب کی کثرت اور بڑی دل دشمن سے ہتیس کی ہتیس بڑی لڑائیاں، حسن تدبیر اور شجاعت کے بل بوتے پر فتح کیں اور لکیر کا فقیر بن کر دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں اور طریقوں کے مطابق بساط جنگ سجانے کی بجائے ایک مجتہد اور مختار شان سے جنگ کے قاعدے اور نئے اسلوب وضع کئے اکثر لڑائیوں کے ذکر میں یہ بات ملے گی کہ انہوں نے اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا کر فتح حاصل کی۔ بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے خلاف بالکل معمولی طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے۔ کبھی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہفتوں اور مہینوں کی راہ دونوں میں طے کر کے دشمن کی توقع اور اندازے کے بالکل خلاف اسے منزلوں آگے جالیا۔ غرض موقع اور ضرورت کے مطابق انہوں نے اپنے خود قاعدے بنائے اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ دنیا کے ماہرین جنگ نے ایسے مواقع کے لئے کیا تدابیر بتائی ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ اس مشور مقولے کے مطابق ”جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے“ انہوں نے ہر چلاکی اور مکاری کا جائز سمجھا ہوا، صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ حضرت خالد بن ولیدؓ کرتے تھے شاہد ہی کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔

اپنے عہد کا پاس، پاک بازی، فرض شناسی بالغ نظری، موقع شناسی اپنی جان کے مقابلے میں اپنے مشن سے محبت، ناقابل شکست اعتماد اور بے نظیر شجاعت، یہ تمام خوبیاں حضرت خالد بن ولیدؓ کے کردار پر بدرجہ اتم نظر آتی ہیں۔

انہوں نے اپنے مقصد کے مقابلے میں اپنی زندگی کو کبھی عزیز نہیں رکھا۔ دوسرے جرنیالوں کی طرح قلب لشکر میں محفوظ مقام پر رہ کر احکام صادر کرنے کی بجائے وہ ہمیشہ صف میں رہ کر دشمن سے دست بدست جنگ کرتے تھے۔

انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا جس طرح دوسرے دن سورج نکلنے کا وہ قبل از وقت دشمن کی جنگی چالوں کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور عزت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی کہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ لڑائی میں فتح ہو، بے غرضی اور اولیٰ اولامہ کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے تیور پر بل تک نہیں آیا اور نہ ان کی جدوجہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔

یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے آج ہر ایک مخالف کو کنا پڑتا ہے کہ

”خالد بن ولیدؓ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا“

(از کتاب خالد بن ولیدؓ سید امیر احمد صفحہ ۲۲۴)

نقشہ خالد بن ولیدؓ

